جاویدؔ لکھنوی کی غیر مطبوعہ رباعیات

جناب سید ارتضیٰ عباس نقوی، کراچی

خاندان اجتہاد کے نامور شاعر سید محمد کاظم جاویدؔ لکھنوی ۱۲۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے علمی خانوادے کی دھوم تو پورے ہندوستان میں تھی ہی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اور بزرگوں سے کسب فیض کیا۔ شاعری کی ابتداء ہوئی تو لڈن صاحب خورشیدؔ کے شاگرد ہو گئے۔ کتابی چہرہ، میانہ قد، گدبدا جسم، وجاہت اور شان چہرے سے نمایاں تھی۔ چوگوشیہ ٹوپی اس پر تکونا رومال مشرو یا چھالٹین کا پیجامہ اور ڈربی کا پپ پہنتے تھے۔ ایک ہاتھ میں تسبیح رہتی اور خشخشی داڑھی تھی۔ بنیادی وجہ شہرت غزل گوئی ہوئی اور اپنے وقت کے سب سے بڑے غزل گو شعراء میں شمار تھا لیکن بعد میں مرثیہ گوئی کے میدان میں آئے تو اس میں بے حد شہرت پائی۔ ہندوستان کے مختلف شہروں میں مجالس پڑھنے جایا کرتے تھے۔ شب ۱۲؍ ربیع الاوّل ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۵ نومبر ۱۹۲۱ء کو سانجر کے مرض میں انتقال کیا۔ جنازہ بہت دھوم سے اُٹھا جسکے انتظامات ان کے شاگرد سید محمد عباس برقؔ مینیجر معدن الا دویہ نے کئے تھے۔ خاندان اجتہاد میں سب سے زیادہ شاگرد جاویدؔ کے ہوئے جن کی تعداد ڈھائی سو کے قریب بتائی گئی ہے۔ ان کے حالات زندگی اسرار محن، خمخانہ جاوید جلد دوم، تاریخ لکھنو (مولانا آغا مہدی لکھنوی)، تاریخ لکھنو (مولانا باقر شمس لکھنوی)، لکھنؤ کی شاعری، بزم خیال اور مشاطہ سخن میں موجود ہیں۔ جاویدؔ کے مرثیے تلاش کے بعد بہت آسانی سے دستیاب ہو جاتے ہیں اور اب تک ۱۴ مرثیے دستیاب ہو چکے ہیں لیکن دیگر اصناف سخن وقت کے ساتھ ساتھ عنقا ہوتے جا رہے ہیں۔ غزلوں کے دو دیوان ان کی زندگی ہی میں چوری ہو گئے تھے جس کا کچھ حصہ مولانا باقر شمس کو مل سکا جو انھوں نے ''انتخاب دیوان جاویدؔ'' کے عنوان سے شائع کر دیا تھا۔ کلام جاویدؔ کے متعلق مہذبؔ لکھنوی نے لکھا ہے کہ ''رباعیات وسلام کا پتہ بھی نہیں''۔ (اسرار محن)۔ مولانا باقر شمس نے لکھا ہے ''پچاس سے زیادہ مرثیے، سو کے قریب سلام، ڈیرھ سو رباعیاں اور بہت سے قطعات تاریخ بھی انھوں نے کہے تھے۔ وہ سب نہ میرے پاس ہیں نہ ان کی اس میں گنجائش ہے'' (انتخاب دیوان جاویدؔ)۔ ساحرؔ لکھنوی کو بھی ان کے مرثیوں اور غزلوں کے سوا ۲؍ سلاموں اور ایک رباعی کے علاوہ کچھ نہ مل سکا۔ وہ لکھتے ہیں ''یوں تو جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں حضرت جاویدؔ کی رباعیات دستیاب نہیں ہیں مگر ایک رباعی جناب مولانا سید آغا مہدی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہٗ نے تاریخ لکھنو جلد ۲ ص ۱۲۰ پر اس واقعہ کے حوالے سے لکھی ہے کہ ایک مجلس میں جناب جاویدؔ پڑھنے گئے۔ بانی اس کے بخیل تھے کسی دوست کے ایماء سے اسی وقت یہ رباعی موزوں کر کے پڑھی۔

دنیا کے تعب سب پہ گزر جاتے ہیں
دل حد کے جو نازک ہیں تو ڈر جاتے ہیں
آخر میں بخیلوں کا یہ ہوتا ہے مآل
مہماں جو اجل آتی ہے مر جاتے ہیں

(خانوادہ اجتہاد کے مرثیہ گوص ۳۲۲)

حالانکہ مولانا آغا مہدی مرحوم نے ایک نہیں بلکہ دو رباعیاں درج کی ہیں دوسری رباعی چندوسی ضلع مرادآباد کے سب انسپکٹر سید اصغر حسین کی مجلس میں پڑھی گئی تھی ہزاروں کا مجمع تھا اتفاق سے ایسی آندھی آئی کہ ہر چیز الٹ پلٹ ہوگئی۔ وہاں یہ رباعی پڑھی:

کس وقت میں منہ دہر سے موڑا میں نے
تھا دم سے جو رشتہ اسے توڑا میں نے
دنیا میں ملا جو وہ یہیں صرف کیا
سینے میں نَفَس تک بھی نہ چھوڑا میں نے

جاؔوید کا باقی کلام نایاب ہے۔ ہمارے کتب خانے میں جاویدؔ کے دیگر اصنافِ سخن کا کلام مخطوطات کی شکل میں موجود ہے جس میں ستر غزلیں، ۳۸ رسلام، ۵۲ ر رباعیات، ۲ رقصیدے، ۲ ر سہرے اور مختلف مناسبتوں پر کہے گئے ۲۳ رقطعاتِ تاریخ موجود ہیں۔ یہاں صرف ان کی غیر مطبوعہ رباعیات کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

جاؔوید کی ڈیڑھ سو رباعیات میں سے ۵۲ ر رباعیات اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ مخطوطے کی سرخی ہے ''رباعیاتِ حضرتِ سلطان الشعراء جاویدؔ مرحوم''۔ اس میں سے دو رباعیاں مولانا آغا مہدی مرحوم کی تاریخ لکھنو جلد ۲ ص ۱۲۰۔ ۱۲۱ پر شائع ہوئی تھیں باقی غیر مطبوعہ ہیں۔ یہ رباعیاں زبان و بیان کے لحاظ سے بھی بہت شگفتہ اور برجستہ ہیں۔ جاویدؔ کا مخصوص رنگ سخن ان میں پوری آب وتاب کے ساتھ نمایاں ہیں۔ زیادہ تر رباعیاں بے ثباتی کائنات کے مختلف موضوعات پر کہی گئی ہیں جاویدؔ نے حیدرآباد دکن کی مجلسوں میں جو رباعیاں پڑھی تھیں وہ بھی اس مخطوطے میں شامل ہیں جس میں دو رباعیاں اعلیٰ حضرت کی تعریف میں ہیں۔ اس کے آخری ورق پر ان کے سفر حیدرآباد دکن کے بارے میں مندرجہ ذیل یاداشت بھی درج ہے جس سے ان کی زندگی کے کچھ نئے گوشے واضح ہوجاتے ہیں۔

''حیدرآباد دکن میں جب جناب جاویدؔ صاحب مرحوم فصیح زمانہ عبدالرؤف صاحب شوقؔ، تلمیذ حبیبؔ کنتوری کے یہاں تشریف لے گئے تھے تو انھوں نے قدوم میمنت لزوم کے خیر مقدم میں یہ رباعی نظم کی اور جو جناب جاویدؔ کے پڑھنے کی مجلس میں پڑھی گئی۔ رباعی در شان حضرت جاویدؔ مرحوم

مداحِ حسینؑ ابن علیؑ آئے ہیں
فخرِ سحبان و آذری آئے ہیں
آنکھوں پہ بٹھا شوقؔ کہ ملنے کے لئے
جاویدؔ بالطاف دلی آئے ہیں

اور اعلیٰ حضرت معلیٰ القاب گردوں رکاب والامراتب ذی المفاخر ذوالمناقب جناب نواب آصف یاورالملک بہادر نے دو شعر شان میں حضرت جاویدؔ اعلیٰ اللہ مقامہ کے زبان معجز بیان سے ارشاد فرمائے وہ درج ذیل ہیں:

مکاں میں جب سے رکن الملک کے جاویدؔ آتے ہیں
کلام خوب وہ ہر سال خلقت کو سناتے ہیں
وزیرؔ ان کے میں اوصاف دلی کی کیا صفت لکھوں
کلام خوب کا آئینہ مردم کو دکھاتے ہیں،،

یہ سفر ۱۳۱۷ھ میں رکن الملک کی دعوت پر ہوا تھا۔ گذشتہ دنوں ہندوستان کے مختلف اخبارات ورسائل میں میر انیسؔ سے منسوب کی گئی حیدرآباد کی ایک تصویر بار بار چھپی ہے جس میں وہ منبر پر بیٹھے ہیں اور مجمع کھچا کھچ بھرا ہوا ہے یہ تصویر میر انیسؔ کی نہیں بلکہ جاویدؔ کی ہے اور اسی سفر دکن کی ہے۔ اسی مجلس کے بعد جاویدؔ کا مشاہیر حیدرآباد کے ساتھ ایک گروپ فوٹو بھی لیا گیا تھا۔ یہ دونوں تصویریں ہمارے کتب خانے میں موجود ہیں۔

ذیل میں جاؔوید کی غیر مطبوعہ رباعیاں پیش خدمت ہیں:

معراج

جلوہ رخ تاباں کا دکھا دو مجھ کو
چین آتا ہے کیونکر یہ بتادو مجھ کو
پردہ شبِ معراج کا یہ کہتا تھا
جب غیر میں ہی ہوں تو اٹھا دو مجھ کو

حضرت علیؑ

میں یہ نہیں کہتا کہ بجا کہتے ہیں
بلکہ یہ تعجب ہے کہ کیا کہتے ہیں
رتبے ہیں یداللہ کے کس کو معلوم
جو کچھ نہیں سمجھے وہ خدا کہتے ہیں



کس کس کو شرف حق کے ولی سے نہ ملا
کب رازِ خفی سرِّ جلی سے نہ ملا
رستہ یہی سیدھا ہے کہیں پھیر نہیں
ہے دور خدا سے جو علیؑ سے نہ ملا



حیدرؑ ہیں اگر شہ تو شہنشاہ بھی ہیں
اسرار پیمبرؐ سے یہ آگاہ بھی ہیں
ہر طرح کے اللہ نے بخشے ہیں شرف
بازوئے نبی بھی ہیں ید اللہ بھی ہیں

حضرت امام حسینؑ

پیاسے کو نہ افسوس پیاسا سمجھے
بیکس کو نہ خالق کا شناسا سمجھے
تھا دل میں نہ کچھ خوف و خیالِ محشر
حضرت کو نہ احمدؐ کا نواسا سمجھے



ہونٹوں پہ تصور ہی سے دم آتا ہے
بچھڑے ہوؤں کو چین بھی کم آتا ہے
کیوں درد بھی اٹھ اٹھ کے نہ تعظیم کرے
زنداں میں سرِ شاہِ اممؑ آتا ہے



کہتا نہیں کوئی کہ یہ کیا ہوتا ہے
دم جسم سے گھبرا کے خفا ہوتا ہے
تیروں سے تنِ شہؑ کو اذیت ہے دو چند
اب درد تڑپنے سے سوا ہوتا ہے



ہے شاہؑ کو غم روحِ حزیں روتی ہے
تقدیر بھی بیٹے کی طرح سوتی ہے
برچھی دل اکبرؑ میں ہے کیسی پیوست
حضرت کے کلیجے میں کھٹک ہوتی ہے

امام مہدیؑ

یوں دین محمدؐ کا مکمل ہوگا
دعویٰ یہ صلوۃ سے مدلّل ہوگا
عیسیٰؑ کہ ملک سب یہ عقب میں ہوں گے
آخر کا امامؑ سب سے اوّل ہوگا



کیا خوب تقرب کی بھی صورت کرلی
ہر طرح سے بس ختم صحبت کرلی
یہ کب درِ مہدیؑ سے کہیں اور گئی
حضرت سے امامت نے بھی بیعت کرلی



ہے فخر غلاموں کو بھی عزت وہ ملی
سب پست ہوئے دین کو رفعت وہ ملی
کیونکر درِ مہدیؑ نہ ہو بابِ امید
تاحشر ہے جو ساتھ امامت وہ ملی

بارہ امامؑ

اُس در پہ غرض لے کے بدو نیک آئے
چوکھٹ پر سر عجز و ادب ٹیک آئے
یوں بارہ امامؑ آئے ہیں ترتیب کے ساتھ
جس طرح نَفَس ایک کے بعد ایک آئے



ہر طرح سے بخشش کا ہے پہلو وہی ایک
بازو ہیں جدا قوتِ بازو وہی ایک

ہے بارہ اماموں میں عجب طرح کا ربط
ہیں پھول کئی اور ہے خوشبو وہی ایک

حیدرآباد دکن میں پڑھی گئی رباعیاں

یاں آیا تو گویا میں وطن میں آیا
بچھڑا ہوا بلبل تھا چمن میں آیا
کھاتا ہوں شباب علی اکبرؑ کی قسم
اٹھارہ برس بعد دکن میں آیا



کیونکر نہ ہوں ہر دم کی تمنا حضرت
احسان کیا کرتے ہیں کیا کیا حضرت
رگ رگ میں لہو دوڑ کے یہ کہتا ہے
دنیا میں سلامت رہیں اعلیٰ حضرت



ہر ایک کو یہ گوہرِ امید ملے
قسمت ابھی چمکے جو وہ خورشید ملے
سلطانِ دکن کو یہ دعا دے جاویدؔ
عمرِ خضر و حیاتِ جاوید ملے



ممنون تھا یہ صابر و شاکر سب کا
عاشق بھی تھا اک تازہ مسافر سب کا
کل لکھنؤ جاتا ہوں دکن چھوڑ کے میں
کہہ دوں کہ خدا حافظ و ناصر سب کا

تعلی

ہاں عاشقِ فرزند نبیؐ ہوں میں بھی
ہاں ماہرِ ہر رازِ خفی ہوں میں بھی
آئے ہیں ملائک بھی مجھے سننے کو
مداحِ حسینؑ ابن علیؑ ہوں میں بھی



مجلس کو جو دوں رنگ تو گلشن کردوں
بلبل کو خموش وقتِ شیون کردوں
افسردہ دلوں کے سن کے تازہ ہوں کنول
باتوں میں بجھی شمعوں کو روشن کردوں

مجلس

یوں تو سببِ رنج و محن ہے مجلس
راحت ہو تو اک صبحِ وطن ہے مجلس
احباب ذرا دیکھ تو لیں تازہ بہار
بلبل ہوں اگر میں تو چمن ہے مجلس



سامعین

ہے بزمِ عزا ذکر بھی اب خیر کے ہوں
آنکھیں بھی کھلیں لطف بھی اب سیر کے ہوں
دیں داد اگر اہلِ سخن تو ہو بہار
ہو باغ مرا اور ثمر غیر کے ہوں



مجلس میں سب اربابِ ہنر آئے ہیں
جاتے تھے کدھر اور کدھر آئے ہیں
آنکھوں پہ بٹھا قدر کر ان کی جاویدؔ
کچھ دیکھ تو سب اہلِ نظر آئے ہیں



قطرے کو ...... ہو تو دریا ہے وہی
سب جس کے خریدار ہوں سودا ہے وہی
جو آئے ہیں ذی فہم وسخن سنج ہیں سب
یہ سب جسے اچھا کہیں اچھا ہے وہی



مداحِ شہؑ دیں نہیں شک آئے ہیں
جو آئے نہ تھے آج تلک آئے ہیں
کیا بزمِ حسینیؑ کا شرف ہے یہ بھی
ان سب کا ہے کیا ذکر ملک آئے ہیں

گریہ

کیوں سامنے تصویر خیالی آئی
منہ پر مرے کیا تھا جو بحالی آئی
خوش ہوگیا ہوں رو کے غمِ سرورؔ میں
چہرے کی طرح آنکھوں پہ لالی آئی

زندان

تھی دل میں اسیروں کے محبت سب کی
رونے کی تھی ہر صبح کو عادت سب کی
زنداں کا اندھیرا بھی نہیں مانعِ دید
آنکھوں میں پھرا کرتی ہے صورت سب کی

بے ثباتی کائنات

پوشاک وہ جس کا نہیں ثانی پہنی
پہنی بخوشی کب بگرانی پہنی
سادات کا رنگ اس کو جو آتا تھا پسند
سبزے نے قبا جسم میں دھانی پہنی



برسوں کی محبت کے گلے جاتے ہیں
تازہ جو ثمر ہیں وہ ...... جاتے ہیں
داغوں کو جو پھولوں میں ہے ملنے کی خوشی
یہ فصل خزاں میں بھی کھلے جاتے ہیں



کیا شاد ہوں دنیا سے گزرنے والے
رفتارِ نفس سے بھی ہیں ڈرنے والے
آتا ہے ہمیشہ کے جو رونے کا خیال
ہنس لیتے ہیں کچھ نزع میں مرنے والے

عشقیہ رباعی

دل سب کے ہر اک ان کی ادا ملتی ہے
عاشق کی کہیں آئی بلا ٹلتی ہے
نازک ہیں حسیں ان کو کہاں بوجھ کی تاب
سرمے کی بھی آنکھوں میں چھری چلتی ہے

پیری

پیری میں وہ داغوں کا بھی گلشن نہ رہا
دھبا تو رہا گو کہ وہ دامن نہ رہا
تربت میں یہ سینہ ہے نہ دل اور نہ داغ
مرنے پہ چراغ ایک بھی روشن نہ رہا



سو درد کے سو رنج کے پہلو نکلے
وہ پھول بھی جس پھول سے خوشبو نکلے
ہوتا ہے وطن چھوڑنے کا سب کو ملال
آنکھوں سے تڑپتے ہوئے آنسو نکلے



کس درد کی یا رب یہ کہانی ٹھہری
آخر میں وہی اشک فشانی ٹھہری
طاقت پہ جو کچھ ناز تھا وہ بے جا تھا
پیری کے بھی آگے نہ جوانی ٹھہری



پھولوں کی طرح زخم کھلے جاتے ہیں
ڈر ڈر کے یہ آپس میں ملے جاتے ہیں
دانتوں نے بڑھاپے سے سنی کون سی بات
دل ان کے ذرا میں جو ہلے جاتے ہیں



حد روشنیِ دل کی ستم تک پہنچی
دم بھر میں یہ ہستیِ عدم تک پہنچی
اب کس کی خوش آمد کہ چلے دنیا سے
لَو شمع کی آخر میں قدم تک پہنچی



کچھ بھی نہ عنایت نہ محبت دیکھی
جو مجھ سے تھی الفت نہ وہ الفت دیکھی

بے اِس کے نہ دو دن بھی کبھی رہ سکتی
پیری نے جوانی کی نہ صورت دیکھی

❁❁❁

اعجاز ہے یہ سحر بیانی میری
بھولیں گے نہ احباب کہانی میری
کہتا ہوں جو میں آئینہ کہتا ہے وہی
سچ ہے کہ عجب شے تھی جوانی میری

❁❁❁

کچھ یاد یہ قصہ ہے کہانی کی طرح
سمجھے تھے اسے اس کی نشانی کی طرح
کیا روئیں اسے سن کے کریں کیا اس کا
پیری بھی رہے گی نہ جوانی کی طرح

❁❁❁

گلشن میں مرے بادِ سحر آتی ہے
سو طرح کے انداز یہ دکھلاتی ہے
اب ولولے پیری میں جوانی کے کہاں
جو شمع کہ جل چکتی ہے بجھ جاتی ہے

شمع

کیا بات گئی رات کو پروانے کی
اُس کو نہ خبر تک ہوئی جل جانے کی
منہ اُس کا سحر تک نظر آتا ہے سیاہ
جو شمع کہ تھی میرے سیہ خانے کی

حاسدین

محنت کا ثمر کوئی نہیں پاتا ہے
دل سوز کسے کوئی نظر آتا ہے
حاسد کو جلانے کی ضرورت کیا ہے
یہ مثلِ چراغ آپ جلا جاتا ہے

غمِ زندگانی

ہے ایک طپش اب کے برس سینے میں
بے چین ہے خود دل کی ہوس سینے میں
اُتری ہوئی اک دل میں سنانیں ہیں ہزار
کس طرح سے کھٹکیں نہ نفَس سینے میں

❁❁❁

ہر ایک سے کب دادِ سخن لی میں نے
تکلیف میں یہ عمر بسر کی میں نے
جس کی کوئی عالم میں نہیں پوچھتا بات
اُس درد کو بھی دل میں جگہ دی میں نے

❁❁❁

مر جانے پہ بھی دوست ستاتے ہیں مجھے
سب بار بھی احساں کے دباتے ہیں مجھے
دشمن کا بھلا ذکر ہو کیا اے جاویدؔ
احباب بھی رو رو کے اُٹھاتے ہیں مجھے

❁❁❁

جو رنج کہ ہوں گے انھیں سہ جائیں گے
آ آ کے بُرا دوست بھی کہہ جائیں گے
تصویر کی مانند ہوئے ہیں خاموش
ہم سب کی طرف دیکھ کے رہ جائیں گے

❁❁❁

ہے لطف نظر سے جو نظر لڑتی ہے
برچھی سی دلِ سنگ میں بھی گڑتی ہے
اپنا ہی یہ جلوہ ہے کہ غیر کا حُسن
آئینے میں کیا ہے جو نظر پڑتی ہے

احسانِ احباب

لب پر سخنِ شکر نہ لاؤں کیونکر
خوش ہوگیا ہوں دل کو دکھاؤں کیونکر
احسان کیا مجھ پہ ہوئے جو کہ شریک
دو آنکھوں پہ اب سب کو بٹھاؤں کیونکر

(بقیہ صفحہ ۴۳ پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

۳- حضرت شبیب بن عبداللہ

یہ بزرگ حارث بن سریع ہمدانی جابری کے غلام تھے صحابی رسولؐ تھے۔ حضرت امیر کے ساتھ جمل، صفین ونہروان میں شریک جہاد رہے اور کربلا میں حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

۴- حضرت عبدالرحمن بن عبدالرب انصاری خزرجی

حضرت علی ابن ابی طالب کے بڑے مخصوص تربیت یافتہ شاگرد تھے۔ (تجرید اسماء صحابہ للذہبی)

۵- حضرت عمار بن ابی سلامہ دالانی

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں صحابی رسولؐ تھے۔ انہوں نے علیؑ ابن ابی طالب کے ساتھ جنگ جمل، صفین، نہروان میں شرکت کی اور کربلا میں حسینؑ ابن علیؑ کے ساتھ تھے۔ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

۶- حضرت مسلم بن کثیر صدفی ازدی

صحابہ سرکار رسالت میں سے ہیں۔ جنگ جمل میں نصرت جناب امیر میں پنڈلی پر تیر لگا۔ جس کا اثر ہمیشہ رہا۔ اور سرکار شہادت کی نصرت کے لئے کوفہ سے کربلا آئے۔ اور حملۂ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

۷- حضرت جنادہ بن حارث سلمانی

صحابی رسولؐ تھے جناب امیر کے ساتھ رہے اور جنگ صفین میں جہاد کیا اور کربلا میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

۸- حضرت انس بن حارث اسدی

عمر سو سال سے زیادہ تھی۔ یہ صحابی رسولؐ نہایت ضعیف العمر تھے۔ جذبہ شہادت میں کمر کو باندھ کر سیدھا کیا اور جہاد کیا اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

۹- حضرت جابر بن عروہ غفاری

جو حضرت ابوذر کے قبیلہ سے تھے، بدوی تھے۔ مدینہ سے سرکار شہادت کے ساتھ کربلا آئے اور ایک سو تیس برس میں شہادت پائی۔

۱۰- حضرت ہانی بن عروہ مذحجی

کوفہ میں حضرت مسلم کے ساتھ شہید ہوئے اور ان کی لاش مسلم کی لاش کے ساتھ بازاروں میں کھینچی گئی۔

۱۱- حضرت عبداللہ بن یقطر قاصد امام حسین علیہ السلام

امام حسین علیہ السلام کے مخلص شیدائی تھے جو امام کا خط لے کر کوفہ جا رہے تھے۔ نخیلہ کے مقام پر انہیں شہید کر دیا گیا۔

۱۲- حضرت حبیب بن مظاہر اسدی

کسی تعارف کے محتاج نہیں، صحابی رسول تھے اور بعض لوگوں کے نزدیک حضرت بریر ہمدانی قاری قرآن جو کوفہ کی مسجد میں قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ بھی صحابی رسول تھے، مگر ان کے صحابئ جناب امیر ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔

(ماخوذ از سرفراز محرم نمبر سنہ ۱۴۲۰ھ صفحہ ۱۴)



(صفحہ ۵۴ کا بقیہ۔۔۔۔۔۔۔)

قبر

کیوں ہو نہ اماموں کو محبت میری
ہاں مر کے نکل جائے گی حسرت میری
سب مل کے اگر آئیں تو قسمت چمکے
بارہ ہوں چراغ ایک ہو تربت میری



منزل ہے یہ کیسی یہ سفر کیسا ہے
جب قبر میں تو ہے تو خطر کیسا ہے
کہتی ہے اجل کھول دے آنکھیں غافل
کچھ دیکھ تو آخر کہ یہ گھر کیسا ہے

